قدرتی آفات، اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کی سزا

قدرتی آفات زلزلے، آندھیاں، سیلاب اور باہمی جنگ وجدال کا مقصد اللہ کی طرف سے انتباہ ہے کہ لوگوں کو اصلاح کا مزید موقع دیا جاتا ہے

جب سے ہوش سنبھالا ہے یہی سنتے آئے ہیں کہ پاکستان اس وقت اپنی تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہا ہے لیکن بلاشبہ اس وقت یہ حقیقت ہمارے سامنے ہے کہ ہمارا ملک اپنی تاریخ کے بدترین حالات سے دوچار ہے۔ الحمدللہ ہم مسلمان ہیں اور جیسے بھی حالات ہوں ہم مایوس کبھی نہیں ہوسکتے کہ مایوسی تو کفر ہے لیکن حقائق کا ادراک کرنا اور حالات کا صحیح تجزیہ کرنا مستقبل کے صحیح لائحہ عمل کیلئے ناگزیر ہے۔ ایک عرصے سے ہم اندرون ملک انتشار اور خلفشار کا شکار ہیں۔ نسلی، لسانی، صوبائی، سیاسی اور مذہبی اختلافات زور شور سے ابھر رہے ہیں اور کچھ طاقتیں ان اختلافات کو مزید بھڑکا رہی ہیں۔ باہمی خانہ جنگی کی کیفیت، اوپر سے امریکہ کا تسلط اور ڈرون حملوں کی تباہی، مہنگائی کا طوفان اور منکرات کا سیلاب ان سب پر مستزاد گزشتہ زلزلہ اور اب موجودہ سیلاب نے مرے کو مارے شاہ مدار کے مصداق رہی سہی کسر بھی نکال دی ہے۔ باہمی عداوتیں اور دشمن کا خوف وتسلط ہو یا قدرتی آفات کی تباہ کاریاں، قرآن وحدیث میں ان تمام فتنوں کے اسباب اوران کے سدباب اور علاج کیلئے مکمل رہنمائی موجود ہے۔ اس مضمون میں قرآن وسنت کی روشنی میں موجودہ صورتحال کا ایک تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں تمام فتنوں اور مصیبتوں کا سبب انسان کے فسق وفجور کو قرار دیا ہے ’’خشکی اور پانی ہر جگہ فساد برپا ہے اور یہ سب انسان کے ہاتھوں کی کمائی ہے‘‘ (الروم 41) نیز فرمایا ’’جو مصیبت بھی تم پر نازل ہوئی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی کا سبب ہوتا ہے پھر بھی اللہ تمہاری بہت سی نافرمانیوں سے درگزر کردیتا ہے‘‘ (شوریٰ 30) گویا اللہ تعالیٰ انسان کے برے اعمال میں سے چند ایک کی سزا دیتا ہے تاکہ انسان اس قدرتی تازیانے کے بعد اپنی اصلاح کرلیں۔ اس حقیقت کو سورہ فاطر کی آخری آیت میں مزید واضح کردیا گیا ہے ’’اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے برے اعمال پر گرفت کرنے لگتا (یعنی ہر برائی کی سزا اسی دنیا میں دیتا) تو روئے زمین پر کسی جاندار کو زندہ نہ چھوڑتا‘‘ سورہ سجدہ آیت 21 میں ارشاد ربانی ہے ’’ہم اس بڑے عذاب سے پہلے ضرور ان پر بعض چھوٹے عذاب بھیجیں گے تاکہ وہ اپنے سیاہ کرتوتوں سے باز آجائیں اپنے رب کی طرف رجوع کریں اور اپنے اعمال کی اصلاح کرلیں‘‘ مفسرین نے لکھا ہے کہ چھوٹے عذاب سے مراد قدرتی آفات زلزلے، آندھیاں، سیلاب اور باہمی جنگ وجدال ہے۔ ان سزاؤں کا مقصد اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتباہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو اصلاح کا مزید موقع دیا جاتا ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد الٰہی ہے ’’اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں (یاد رہے کہ اللہ کا ارادہ اور فیصلہ اس وقت صادر ہوتا ہے جب بستی کے رہنے والے فسق وفجور میں اللہ کی تمام حدوں کو توڑ ڈالتے ہیں) تو اس بستی کا خوشحال طبقہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے خلاف فسق وفجور میں مبتلا ہوجاتا ہے تاآنکہ اس بستی کے رہنے والوں پر ہمارے عذاب کی وعید اور حجت پوری ہوجاتی ہے تب ہم اس بستی پر اپنا عذاب بھیجتے ہیں جو اس کو نیست ونابود کردیتا ہے‘‘ (بنی اسرائیل 16) اس آیت مبارکہ کی روشنی میں ہم اپنے ملک کے خوشحال طبقے کے سیاہ کرتوتوں پر نظر ڈالیں تو فحاشی اور بے حیائی، ناچ گانے

،نمازوں کوضائع کرنا،شرک اور بدعات اورسب سے بڑھ کرجھوٹ اور بددیانتی کے عالمی ریکارڈاورظلم وسفاکی کی بدترین مثالیں زیادہ تر اسی خوشحال طبقے کی کارستانیاں ہیں۔عوام الناس تو انہی کے پیچھے چلنے والے اوران کا اتباع کرنیوالے ہوتے ہیں۔لوگ اپنے حکمرانوں کے دین یعنی عادات واطوار پر چلنے والے ہوتے ہیں۔سورہ احقاف 35 میں ارشادربانی ہے’’کیافساق وفجار کے سوابھی کسی قوم کو ہلاک کیا جاتا ہے؟‘‘سورہ ہود میں فرمایا’’تیرارب ایسانہیں ہے کہ بستیوں کو ناحق تباہ کردے حالانکہ ان کے باشندے اصلاح کرنیوالے ہوں‘‘(سورہ و آیت؟؟)

اس آیت مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے سید مودودیؒ لکھتے ہیں: جب کوئی انسانی گروہ اہل خیر سے خالی ہوجائے اوراس میں صرف شریرلوگ ہی باقی رہ جائیں یااہل خیر موجودہوں بھی تو کوئی ان کی سن کرنہ دےاور پوری قوم اخلاقی فسادکی طرف بڑھتی چلی جائے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب اس کے سرپراس طرح منڈلانے لگتا ہے جس طرح پورے دنوں کی حاملہ کچھ نہیں کہہ سکتے کب اس کا حمل وضع ہوجائے۔(یعنی پھرکسی بھی وقت اس بستی پراللہ کے عذاب کا کوڑا برسایا جاسکتا ہے)دوسری جگہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب کوئی قوم اپنی گود سے چند ہیرے پھینک دینے کے بعداپنے طرزعمل سے ثابت کردیتی ہے کہ اب اس کے پاس کوئلے ہی کوئلے باقی رہ گئے ہیں تو پھرزیادہ دیرنہیں لگتی کہ وہ بھٹی سلگادی جاتی ہے جوان کوئلوں کو پھونک کررکھ دیتی ہے۔شاعرنے اس حقیقت کی کیسی خوبصورت منظرکشی کی ہے۔

فطرت افراد سے اغماض تو کرلیتی ہے
کرتی نہیں ملت کے گناہوں کوکبھی معاف

جب تک برائی انفرادی سطح پرڈھکی چھپی رہتی ہے اللہ تعالیٰ بھی عفودرگزرکا معاملہ فرماتا رہتاہےلیکن جب گٹرکا ڈھکنا کھل جاتا ہے اورتعفن پھیلنے لگتاہےتو اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب کی وجہ سے زلزلےاورسیلاب تباہی پھیلادیتے ہیں۔ابتک ہم نے صرف ان آیات کے حوالے پیش کئے ہیں جن سے ثابت ہوتاہے کہ فسق وفجوراوراللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی وجہ سے بستیوں پرہلاکت اور بربادی مسلط کردی جاتی ہے۔اب ان سیاہ کرتوتوں کا تذکرہ کیا جائیگا جن کے سبب اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے۔

ارشادربانی ہے’’یقیناً جولوگ اہل ایمان کے درمیان فحاشی اور بے حیائی پھیلانے کے آرزومند ہیں ان کیلئے دنیااورآخرت میں دردناک عذاب ہے‘‘(النور 19)ترمذی شریف کی روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا’’اس امت میں زمین میں دھنسائے جانے،صورتیں مسخ ہونے اور پتھر برسنے کا عذاب بھی ہوگا‘‘ایک شخص نے عرض کیا کہ ایسا کب ہوگا،آپ ﷺ نے فرمایا’’جب گانے والی عورتیں اور گانے بجانے کا سامان ظاہرہوجائیگااورشرابیں پی جانے لگیں گی‘‘ایک اورجگہ ارشادہوتاہے’’اوراس فتنےاوروبال سے بچنے کی فکرکروجس کی شامت تم میں سے صرف انہی لوگوں پرنہ آئیگی جوظالم ہونگے بلکہ عوام وخواص سب اس کی لپیٹ میں آجائیں گے‘‘(الانفال 25)

’’جولوگ رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ان پرکوئی زبردست آفت نہ آن پڑے یاوہ ایک دردناک عذاب کی لپیٹ میں نہ آجائیں‘‘(النور 63)اس آیت مبارکہ کی تشریح میں امام جعفرصادقؒ فرماتے

ہیں: رسول ﷺ کے احکامات کی خلاف ورزی کے نتیجے میں جو مصیبت نازل ہوتی ہے وہ کبھی امن وامان کی بربادی، باہمی جنگ وجدال اور کبھی محکومی اور غلامی یا ظالم حکمرانوں کے تسلط کی صورت میں آتی ہے۔امام احمدؒ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا''اس شخص کیلئے ذلت اور رسوائی مقدر کردی گئی ہے جو میری بات کی مخالفت کرے''ہم نے نبی ﷺ کی شریعت اور آپ ﷺ کے طریقے کو چھوڑ کر جھوٹ اور خیانت کی راہ اختیار کرلی، اسلامی طورطریقوں کے بجائے ہندوؤں اور انگریزوں کے طورطریقے اپنا لئے۔اللہ تعالیٰ ورسول ﷺ کی قائم کردہ شرعی حدود وتعزیرات کے بجائے یہود ونصاریٰ کے قوانین اپنا لئے اس مخالفتِ دین کی سزا ہے جو آج ملت اسلامیہ پاکستان کے عوام کو مل رہی ہے۔

ایک طویل حدیث میں نبی ﷺ نے بڑی تفصیل کے ساتھ ان اسباب کا ذکر فرمایا ہے جو عذاب الٰہی اور قوموں کی ہلاکت وبربادی کا سبب بنتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا''کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم میں فحاشی، بے حیائی کا ظہور اس حد تک پہنچ گیا ہو کہ لوگ ایسے کاموں کا اعلانیہ ارتکاب کرنے لگیں تو اس قوم میں ان بیماریوں کا ظہور نہ ہوا ہو جو ان کے باپ دادا میں موجود نہ تھیں''ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا''کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم نے ناپ تول میں کمی شروع کردی ہو اور اسے قحط سالی، گرانی یعنی مہنگائی، سخت محنت و مشقت اور حکمرانوں کے ظلم وجور نے اپنی گرفت میں نہ لیا ہو''پھر فرمایا''کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم نے اپنے اموال میں سے زکاۃ دینا بند کردیا ہو اور اسے آسمان سے نازل ہونے والی بارش سے محروم نہ کردیا گیا ہو۔اگر مویشی نہ ہوں تو ایسے لوگوں پر بارش بالکل روک دی جائے''مزید فرمایا''کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کیا گیا عہد توڑ ڈالا ہو اور اس پر غیروں کو دشمن بنا کر مسلط نہ کردیا گیا ہو اور وہ اس قوم کے اموال کا ایک حصہ نہ چھین لیں''

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ''کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم کے رہنماؤں اور پیشواؤں نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال کر خودساختہ احکام نافذ کئے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے اندر جدال وقتال اور دشواریاں (یعنی مشکلات) نہ پیدا کردیا ہوں''

نبی ﷺ کے ان حکیمانہ ارشادات پر غور کریں اور پھر موجودہ ملکی صورتحال کو دیکھیں تو صاف نظر آتا ہے کہ نئے نئے امراض، تباہ کن سیلاب اور کبھی بروقت بارش کا نہ ہونا، حکمرانوں کا ظلم وجبر، دشمنوں کا غیر اعلانیہ تسلط، باہمی جنگ وجدال، بدامنی اور مہنگائی سب مصیبتیں ملک کے طول وعرض میں پھیلنے والی بے حیائی، اللہ تعالیٰ سے بدعہدی، باہمی اختلاف وانتشار اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احکامات اور شریعت کے قوانین سے روگردانی کا نتیجہ ہے، ارشاد ربانی ہے''جو لوگ میری نصیحت (اللہ کی کتاب کے احکامات) سے منہ موڑ کر زندگی بسر کریں گے میں ان کی زندگی مشکل بنادوں گا''(طٰہٰ 124)، اگر بالکل لفظی ترجمہ کیا جائے تو یوں ہوگا میں ان کی معیشت تنگ کردونگا۔ایک زرعی ملک جس کے طول وعرض میں دریا اور نہریں بہہ رہی ہوں، زرخیز زمین ہو جو قدرتی معدنیات اور انواع واقسام کے پھلوں اور فصلوں سے لہلہا رہی ہوں، سرسبز وشاداب جنگل اور باغات اور خوبصورت پہاڑوں کا سلسلہ جس کے حسن کو دوبالا کررہا ہو، سائنسی ترقی اور جدید آلات کے باوجود اگر اس زمین کے باشندے پینے کے صاف پانی، آٹے اور چینی جیسی بنیادی خوراک اور بجلی جیسی نعمت کو ترس رہے ہوں تو اسے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کی سزا کے سوا کیا نام دیا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید ایک ایسی کتابِ ہدایت ہے جو ہر دور کے لئے ہر طرح کے حالات میں انسانوں کو رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ اس کتاب مبین میں کچھ بستیوں کا ذکر ملتا ہے جن کا مطالعہ کرتے وقت یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ آیات ہمارے ہی حالات کی عکاسی کر رہی ہیں جیسا کہ قرآن کا دعویٰ ہے ''تحقیق ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب بھیجی ہے جس میں تمہارا ہی تذکرہ ہے، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟'' (الانبیاء 10) قرآن مجید سے چند مثالیں نظر قارئین کرتا ہوں۔

سورہ انفال 26۔ ''یاد کرو وہ وقت جب تم تھوڑے تھے اور زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے ہر وقت ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمہیں مٹا ڈالیں گے'' پاکستان بننے سے قبل متحدہ ہندوستان میں ہمارا حال بالکل یہی تھا جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے ''پھر تمہیں ٹھکانا دیا گیا اور اپنی خاص تائید سے تمہاری مدد فرمائی اور تمہیں اس ملک میں پاکیزہ رزق بھی دیا تاکہ شکر گزاری کرو''

ہمیں سوچنا چاہیئے کہ آیا ہم نے رب کی ان نعمتوں اور آزادی کو پانے کے بعد شکر گزاری کا رویہ اختیار کیا یا ناشکری اور کفران نعمت کیا؟ اہل مکہ کو مدینہ کی صورت میں خطہ زمین ملا۔ انہوں نے اس میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نافذ کیا، ان کو امن وامان، فتوحات، رزق کی فراوانی اور دنیا کی قیادت اور حکمرانی جیسے اعزازات ملے۔ ہم نے پاکستان حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی، اس کی شریعت کے احکامات کو منسوخ کر ڈالا، فسق وفجور میں مبتلا ہو گئے ہم پر اس کے عذاب کے کوڑے بار بار برسے لیکن ہم ہیں کہ ''شوقِ جرم بڑھتا گیا ہر تازیانے کے بعد''

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے ''مصیبت مومن کی تو اصلاح کرتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ جب وہ اس بھٹی سے نکلتا ہے تو ساری کھوٹ سے صاف ہو کر نکلتا ہے لیکن منافق کی حالت اس گدھے کی سی ہوتی ہے جو کچھ نہیں سمجھتا کہ اس کے مالک نے کیوں اسے باندھا تھا اور کیوں چھوڑ دیا'' (تفہیم القرآن، اعراف 94-95)

اس حدیث کی رو سے ہم اپنے حالات کا جائزہ لیں کہ ہمارا شمار مومنین میں ہوتا ہے یا ان منافقین میں جو قدرت کے کسی بھی تازیانے سے نصیحت حاصل نہیں کرتے، ارشاد الٰہی ہے ''اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان کرتا ہے جس کے باشندے پورے امن واطمینان سے تھے ہر طرف سے ان کو رزق بفراغت پہنچ رہا تھا، ان لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی پس اللہ نے ان پر بھوک اور خوف کو مسلط کر دیا جو بدلہ تھا ان کے کرتوتوں کا'' (النمل 112)

ارشاد ربانی ہے ''قوم سبا کے لئے اس کی بستیوں میں (قدرت الٰہی کی) نشانی تھی ان کے دائیں بائیں 2 باغ تھے، (ہم نے حکم دیا تھا کہ) اپنے رب کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو یہ عمدہ شہر اور وہ بخشنے والا رب ہے لیکن انہوں نے (رب کے حکم سے) روگردانی کی تو ہم نے ان پر زوردار سیلاب بھیج دیا'' (سبا 15)

اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ شکر گزاری کے نتیجے میں وہ مزید نعمتوں سے نوازتا ہے جبکہ کفران نعمت کی وجہ سے وہ نعمتیں بھی چھین لیتا ہے اور عذاب بھی دیتا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں ''اپنے محسن کا شکر ادا کیجئے، جب نعمتوں پر شکر ادا کیا جائے تو وہ کبھی ختم نہیں ہوتیں اور جب ناشکری کی جائے تو وہ باقی نہیں رہتیں۔ شکر ادا کرنا نعمتوں میں اضافے اور ان کی حفاظت کا ذریعہ ہے''

ہم نے اس وطنِ عزیز کو اللہ تعالیٰ کے نام پر حاصل کیا تھا۔ ہم نے اللہ تعالیٰ سے پختہ عہد کیا تھا کہ ہم اس آزاد خطے میں تیرے دین کو نافذ کر کے پوری دنیا کو اسلامی ریاست کی عملی تصویر دکھائیں گے اور امت کی طرف سے دنیا پر حجت تمام کر دینگے لیکن اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو پا کر جہاں ہمیں عزت بھی حاصل تھی، امن وسکون اور آزادی بھی میسر تھی اور ملک کے دونوں حصوں سے رزق بھی بفراغت مل رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کھا کر ہمارے جسم خوب فربہ ہوگئے، پیٹ پھول گئے اور دماغ بھی موٹے ہوگئے۔ ہم اپنے وعدوں سے پھر گئے اور 63 سال سے اللہ تعالیٰ سے بیوفائی اور بدعہدی کا ارتکاب مسلسل کرتے آرہے ہیں۔ اب ہمیں جو بدعہدی اور بیوفائی کی سزا مل رہی ہے ہم اس کے مستحق ہیں۔ پس چاہئے کہ ہم اپنی غلطیوں اور گناہوں کا اعتراف کر کے اپنے رب کے سامنے جھک جائیں، اگر قومِ یونس پر آیا ہوا عذاب توجہ اور رجوع الی اللہ کے ذریعے ٹل سکتا ہے تو ہمارے لئے بھی ابھی مہلت باقی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بدعہدی اور بیوفائی کی جو سزا اہل دنیا کیلئے مقرر کر رکھی ہے ہم اس سے بیوفائی اور بدعہدی کر کے اس سزا سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو سزا ہمیں مل رہی ہے یہ محض انتباہ ہے کہ اے اہل پاکستان سنبھل جاؤ ابھی بھی وقت ہے لیکن ہم بیوفائی اور بدعہدی کی روش پر قائم ہیں۔ یہ روش جب بنی اسرائیل نے اختیار کی تو اللہ نے ان کو کیا سزا دی قرآن کی زبانی سنئے ''پھر ان کی عہدشکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت برسائی اور ان کے دل سخت ہوگئے اب وہ کلام الٰہی سے جو منشا اور مراد ہوتی ہے اس سے پھر جاتے ہیں اور جو نصیحت انہیں کی گئی تھی اس کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے ہیں۔ ان کی خیانت کی تمہیں اطلاع ملتی ہی رہتی ہے سوائے چند لوگوں کے'' (المائدہ 13-14)

اگلی آیت میں بنی اسرائیل کے دوسرے گروہ نصاریٰ کا ذکر ہے ''اور جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں ہم نے ان سے بھی عہد و پیمان کیا تھا۔ انہوں نے بھی اس کا بڑا حصہ فراموش کر دیا جو ان کو نصیحت کی گئی تھی۔ (اس کے نتیجے میں) ہم نے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کیخلاف بغض اور دشمنی ڈال دی تا قیامِ قیامت'' بنی اسرائیل ہی کی طرح جب ہم نے اللہ تعالیٰ سے بیوفائی اور عہد بندگی سے اعراض کیا اور مسلسل کر رہے ہیں تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ہم بھی سنگ دل ہوگئے، ہماری سنگدلی بنی اسرائیل سے بھی بڑھ گئی ہے۔ جامعہ حفصہ میں معصوم بچیاں قرآن پڑھتی تھیں، ہم نے زہریلے بموں سے ان کے پرخچے اڑا دیئے، قرآن کی بے حرمتی کی گئی، انسانی اعضاء اور قرآن کے بریدہ نسخے اسلام آباد کے گندے نالوں میں تیرتے پائے گئے۔ ہمارے ہاں سنگدلی سے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ٹکڑے کر کے اسے بوری میں بند کر کے پھینک دیتا ہے۔ حال ہی میں سیالکوٹ کے اندر 2 معصوم نوجوانوں کو سیکڑوں مسلمانوں کی موجودگی میں پولیس کی آنکھوں کے سامنے جس بیدردی سے قتل کیا گیا کیا اس سے بڑی سفاکی اور سنگدلی بھی ممکن ہے۔؟